شمس الاسلام بہاری

جگ بیتی

تجربات کی بھٹی

زندگی کیا ہے تلخیوں، ناکامیوں، تجربوں اور مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔

سو بار تجربات کی بھٹی میں میں جلا

اور اس تجربوں کی بھٹی میں جلتے جلتے آدمی موت کی اتھاہ گہرائی میں اتر جاتا ہے پھر اس گہرائی سے کبھی کوئی ابھر کے نہیں آیا جس نے بتایا ہو کہ تجربوں کی بھٹی اور موت کی وادی میں اترنے کے بعد اس پر کیا بیتی۔

بیتے دنوں اور گزرے سموں کی بات ہے کہ ۴۲ میں منٹو پارک انسانوں کے عظیم انبوہ سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے محمد علی جینا صاحب اپنے سیکولر رفقاء سمیت براجمان ہیں۔ اسٹیج دلہن کی طرح سجا ہوا ہے۔ نعروں کے شور سے لاہور ہل رہا ہے۔ شوق اور وارفتگی کے عالم میں لوگ محمد علی جینا کے چہرے کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے ہیں کہ آج اسلامیان ہند کی قسمت کا فیصلہ ہونا ہے۔ عوام کو یہ بتایا گیا کہ "ہم مسلم لیگ والے ہی اسلام لائیں گے۔ مولوی "شو بوائے" ہے وہ اسلام نہیں لاسکتا۔ ہم پاکستان کو مسلمانوں کے سو سالہ خوابوں کی تعبیر بنادیں گے۔ ہمارا دستور و منشور قرآن حکیم ہوگا۔ یہاں اب ہندو مہاجن، پنڈت یا برہمن نہیں بلکہ ہم ہوں گے مسلم لیگ ہوگی اور اسلام ہوگا۔ یہ جو ہمارا دو قومی نظریہ ہے ہم اس مقدس نظریہ پر مرمٹیں گے۔ فیروز خان نون، راجہ غضنفر علی اور سر ظفر اللہ محمد علی جینا کی گود میں بیٹھکر یہ ودیا کھیان دیتے رہے۔ قوم متحد ہو کر بت بنی بیٹھی سیکولر اوتاروں کی بات سنتی رہی اور ایمان لے آئی۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بن گیا۔ حکومتیں بدلتی رہیں اور وفاداریاں تبدیل ہوتی رہیں۔

دو قومی نظریہ برہم پتر میں غرق ہوگیا مشرقی پاکستان ہاتھ سے جاتا رہا، وہ بنگلہ دیش بن گیا۔ ادھر تم ادھر ہم کا فلسفۂ تقسیم عروج پر پہنچا، زمانے نے کروٹ لی اور نئے پاکستان کا نقشہ عالم میں ابھرا۔ قائداعظم کا پاکستان نہیں فریشیا قائد عوام کا پاکستان۔

سو بار تجربات کی بھٹی میں میں جلا

قائداعظم کے پاکستان میں اسلام نہ آیا۔ خلافت راشدہ کی جھلک دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔ عدل نہ آیا، مساوات قائم نہ ہوئی، حریت پابند سلاسل رہی اور بندۂ مزدور کے اوقات تلخ تر ہوگئے۔

"عبدالقادر کی برچھیاں" اور اختر حسین کے "تر نوالے" نئے جاگیردار مسلط کر دیئے گئے۔ نئے اور پرانے جاگیرداروں نے ملکر

دونوں ہاتھوں سے لوٹا ہے اے دوست
زرداروں کا زر لوٹا اور ننگ غریباں لوٹ لیا
سو بار تجربات کی بھٹی میں میں جلا

قائد عوام کے پاکستان میں ایک اور تجربے کی بنیاد ڈالی گئی۔ اسلام ہمارا دین ہے

سوشلزم ہماری معیشت ہے جمہوریت ہماری سیاست ہے

۱۹۵۸ء میں ایوب مارشل لاء نے بھٹو دریافت کیا "ایوب ڈیڈی" نے بھٹو جیسے بیٹے کو پالا پوسا، جوان کیا ۱۹۶۸ء میں تاشقند کا میلہ دیکھتے ہوئے بیٹا ڈیڈی سے بچھڑ گیا۔ لاہور ریلوے اسٹیشن پر نوٹوں سے بھرا ہوا کوٹ پھینکا اور لاہوریوں کے دل لوٹ لیے۔ اقتدار کے سنگھاسن پر براجے تو سیکولرازم کی دھوم مچ گئی۔ کارخانے دار چلائے، کارخانوں پر تلخ اوقات والے مزدور نے قبضہ کرلیا۔ جاگیرداروں نے منہ چھپائے، چالیس چلیس ہتھکنڈے آزمائے۔ اور بھٹو کے سوشلزم میں شریک ہو گئے قافلہ بڑھتا گیا دن گزرتے گئے تاریکی بڑھتی گئی رات لمبی ہو گئی جیالوں نے پیپلز ہاؤس کو "چھجو کا چوبارہ" بنا دیا۔ عورت گھر کی نہ رہی اسلام ہمارا دین ہے کہتی ہوئی شمع محفل بن گئی۔ بصد سامان رسوائی سر بازار رقص کرنے لگی طبلے کی تھاپ پر "ہے جمالو" الاپنے لگی۔ عورت کی آزادی کا نعرہ ہر زبان پر رقص کرنے لگا، برقع اُتر گیا، بال کٹے، سینہ ننگا ہو گیا، میک اپ تگنا ہو گیا۔ ایک عورت نے مرد کو تگنی کا ناچ نچوا دیا اور عورت آزاد ہو گئی، پھر عورت مخلوط محافل (MIX GATHERING) میں کولہے مٹکانے لگی، کبھی کبھی ساغر و مینا سے محفل سجانے لگی اور یوں محبوب منانے لگی۔ آزادی نسواں کا یہودی و عیسائی نظریہ فاتحانہ انداز میں گانے لگا۔

زلفوں کی گھنیری چھاؤں میں
دو چار گھڑی آرام سہی

آواز بہت سریلی اور مدھر تھی، سو گئے یا سلا دیے گئے۔ دوسرا مارشل لاء آیا مگر پاکستان کی بنیاد دو قومی نظریہ پھر بھی نہ آیا۔ اسلام کا پروپیگنڈہ ضرور ہوا اور مارشل لائیوں نے اسلام کیلئے مارشل لاء استعمال نہ کیا۔ مسلم لیگ اور قائد اعظم کے نام بحال کرنے اور ان کے مردہ جسم میں جان ڈالنے کیلئے لاکھوں ڈالر خرچے گئے "کلے و نے" مضبوط کئے گئے بلکہ ٹھونک دیے گئے لیکن شب وعدہ نہ آنا تھا نہ آئے۔ اسلام "انجمن قدیمی یتیم خانے" کی چھت پر کھڑا انہیں بھی اسی طرح پکارتا اور روتا رہا جس طرح ان کے بڑوں کو!

سو بار تجربات کی بھٹی میں میں جلا
محبوب کی رضا کی نہ گہرائیاں ملیں

بزم اسلام نہ سجی، علماء کی توہین بڑھی قرآن کریم کے مطالب علماء کی جگہ فقہاء بیان کرنے لگے، دین کی تعبیر کیلئے یہودیوں اور عیسائیوں کا تیار کردہ محدب شیشہ ہر ہاتھ میں تھما دیا گیا، علماء نے راہ فرار اختیار کی، یہودی و عیسائی راھبوں کا بھیس بدل لیا، احبار کا روپ دھار لیا اور مال و مناس کی دلدل دھنس میں گئے "گڈ لائف" کی لذتوں سے آشنا ہو گئے اور اس عاشقی میں میر عزت سادات بھی گئی۔------- یا حسرتی!

میں لٹ گئی رام دہائی۔ رادھا نے مالا جپنی شروع کی تو شام نے آسرا دیا اور الیکشن الیکشن الیکشن کی چنریا اوڑھے اس گیت سنگیت نے وہ سماں باندھا کہ "مہا بھارتو" بھی لاجونتی کی لاج رکھنے پہ تل گیا اور کہا پتری آگے بڑھو ہم تمہارے ساتھ ہیں اس کم بخت سے آس لگی، ڈھارس بندھی، دل کڑا کیا اور معین قریشی جیسا سیکولرز مزاج دماغ، عمل، عقیدہ، عادات و اطوار کالے پالک امریکہ مہاراج نے پاکستانیوں پر مسلط کر دیا۔ پھر رادھا نے جوراگ الاپا تو مہا بھارتو نے کان دھر کے سنا۔ سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا۔ "روشن خیال اسلام" زندہ باد، ملا ازم مردہ باد، جمہوریت پائندہ باد

پاک سرزمین شاد باد-------

مولانا زاہد الرشدی

عدالت عالیہ کا قادیانیوں کے خلاف تازہ فیصلہ (۵ جولائی ۹۳ء) اور جسٹس شفیع الرحمن کے اختلافی نوٹ کی حقیقت

ضیاء الحق شہید نے ۱۹۸۴ء میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے متفقہ مطالبہ پر امتناع قادیانیت آرڈیننس نافذ کیا۔ جس کے تحت قادیانیوں کو تمام شعائر اسلامی استعمال کرنے سے قانوناً روک دیا گیا۔ قادیانی تب سے ہی ضیاء الحق کے جانی دشمن ہوگئے تھے۔

چند ماہ پیشتر قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں اس آرڈیننس کے خلاف رٹ دائر کر دی جسکا فیصلہ ۵ جولائی ۱۹۹۳ء کو سپریم کورٹ کے فل بنچ نے سنایا۔ اسی فیصلے کے حوالے سے مولانا زاہد الراشدی کی ایک تجزیاتی تحریر قارئین کی نذر ہے۔ (ادارہ)

اسلامی جمہوری محاذ کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک عالیہ بیان میں قادیانیوں پر بعض قانونی پابندیاں برقرار رکھنے کے بارے میں سپریم کورٹ کے فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب جسٹس شفیع الرحمن کے اس اختلافی نوٹ کو آئین کی خلاف ورزی قرار دیا ہے جس میں جسٹس موصوف نے یہ ریمارکس دیئے ہیں کہ قادیانیوں پر صدارتی آرڈیننس کے نتیجہ میں جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں وہ آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق کے منافی ہیں۔ مولانا نورانی نے اپنے بیان میں یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ اس معاملہ کو سپریم جوڈیشل کونسل میں اٹھایا جائے۔ مولانا شاہ احمد نورانی ایک دینی جماعت کے سربراہ اور سیاسی و مذہبی رہنما ہونے کے علاوہ اس دستور ساز اسمبلی کے ممبر بھی رہے ہیں جس نے موجودہ دستور مرتب کیا تھا اور آئین سازی کے مختلف مراحل میں ان کا کردار متحرک اور سنجیدہ پارلیمنٹیرین کا رہا ہے۔ اس لئے وہ آئین کے مقاصد اور روح کو بہتر طور پر سمجھتے ہیں اور اسی پس منظر میں ان کا یہ بیان انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ بالخصوص ان حالات میں کہ ملک کی قومی اسمبلی کی قائم کردہ ایک خصوصی کمیٹی پورے آئین کا از سر نو جائزہ لے رہی ہے اور اس کے مبینہ تضادات اور خامیوں کو دور کرنے کے لئے سفارشات مرتب کرنے میں مصروف ہے۔ مولانا نورانی کا یہ بیان آئینی مباحث کے حوالہ سے ایک اور پہلو کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ اس لئے ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس پورے معاملہ کا از سر نو جائزہ لیا جائے۔

سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی پارلیمنٹ نے ایک دستوری ترمیم کے ذریعہ قادیانی گروہ کو امت مسلمہ سے الگ ایک جداگانہ مذہب کا پیروکار قرار دیتے ہوئے اس کا شمار غیر مسلموں میں کیا اور ۱۹۸۴ء میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ قادیانی گروہ کے افراد کو قانونی طور پر پابند کر دیا کہ چونکہ وہ آئین کی رو سے غیر مسلم ہیں اس لئے وہ اپنے تعارف اور پہچان کے